محمد جعفر شاہ پھلواروی

احادیث میں تمثیلات

ہر قسم کی مادی تعلیم اور روحانی تربیت کی تکمیل تمثیل و تشبیہہ ہی سے ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی لٹریچر خواہ وہ انسانی ہو یا آسمانی اس سے خالی نہ رہ سکا اور نہ یہ ہونا ممکن تھا۔ "ثقافت" کے گذشتہ شمارے میں قرآنی تمثیلات پر ایک مضمون میں تفصیلی بحث کی جاچکی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے کس خوبی کے ساتھ تمثیلات سے کام لیا ہے۔ کلام الٰہی کے بعد سب سے زیادہ اہم کلامِ رسولؐ ہے۔

ہم اس مضمون میں احادیثِ نبویؐ سے صرف چند تمثیلاتی نمونے پیش کر رہے ہیں۔

مقامِ نبوّت کی تمثیل

اہلِ مکہ کا یہ دستور تھا کہ جسے کسی اہم معاملے کی اطلاع دینی ہوتی وہ کوہِ صفا پر چڑھ جاتا اور جس جس فرد یا خاندان کو بلانا ہوتا آواز دے کر بلاتا۔ جب سب جمع ہو جاتے تو ان کو اس معاملے سے آگاہ کر دیتا۔

نبوّت کا تیسرا سال تھا اور ابھی چھُپ چھُپ کر تبلیغ ہوتی تھی۔ جب آیت "فاصدع بما تؤمر" نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے رواج کے مطابق حضورؐ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو آواز دے کر بلایا۔ حسبِ دستور لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ نے ان لوگوں سے پوچھا:

ارئیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید
ان تغیر علیکم کنتم مصدق

دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ شہسواروں کا ایک دستہ دوسری طرف کے دامنِ کوہ سے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

نعم ما جربنا علیک الا صدقا

ہمارا ہمیشہ کا تجربہ یہ ہے کہ تم سچ ہی بولتے ہو۔

اپنی صداقت پر حاضرین کی زبان سے مہرِ تصدیق ثبت کرانے کے بعد حضورؐ نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید

(رواہ الشیخان و الترمذی عن ابن عباس)

اچھا تو مجھے سچا سمجھتے ہو تو ایک سچی حقیقت اور بھی سن لو کہ میں تم سب کے لیے ایک بڑے سخت عذاب کی وارننگ دیتا ہوں۔

اس واقعے میں تشبیہہ و تمثیل کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ لیکن یہ پورا واقعہ ہمہ تن تشبیہہ و تمثیل ہے مقامِ نبوّت کی۔

اور اس سے بہتر تشبیہ ممکن نہیں۔

حضورؐ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور سامنے ایک طرف دامنِ کوہ میں سب لوگ کھڑے ہیں۔ وہ سب حاضرین صرف پہاڑ کے اسی ایک طرف کا حال دیکھ رہے ہیں جس طرف وہ خود کھڑے ہیں۔ پہاڑ کی پشت پر اُس طرف کیا کچھ ہے اس کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اس لیے کہ بیچ میں پہاڑی حائل ہے۔ مگر حضورؐ کی حیثیت یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور دونوں طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضورؐ کی نظر ادھر حاضرین پر بھی ہے اور پہاڑ کے پس پشت کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ نیچے کھڑے ہونے والے لوگوں کو اُس طرف پس پشت کی کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ ان کو اس طرف کی اگر کوئی اطلاع مل سکتی تو صرف اس شخص کے اطلاع دینے سے جو اوپر کھڑا پہاڑ کے دونوں رخوں کو یکساں دیکھ رہا ہے۔ بالکل یہی مثال ہے مقامِ نبوت کی پیغمبر حال کے اعمال کو بھی دیکھتا ہے اور مستقبل کے نتائج پر بھی اس کی نظر جمی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو بھی دیکھتا ہے اور آخرت کو بھی۔ اس کا تعلق خدا سے بھی ہوتا ہے اور خدا کے بندوں سے بھی۔ ادھر سے لیتا ہے ادھر پہنچا دیتا ہے۔ وہ آغاز کو بھی دیکھتا ہے اور اس طرح اسے انجام بھی نظر آتا ہے۔ بندوں کے سامنے ایک ہی رخ ہوتا ہے۔ پیغمبر کی نگاہیں آخرت پر۔ انجام پر۔ غیوب پر۔ دماغِ انسانی سے وراء الوراء حقائق پر بھی ہوتی ہیں اور یہ حقائق انسانوں پر منکشف ہی نہیں ہو سکتے تاآنکہ انہیں پیغمبر نہ بتلائے۔ عام انسانوں کی نگاہ اور نبوی بصیرت میں جو فرق ہے اس کی تشبیہ و تمثیل اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے جو حضورؐ نے عملی طور پر پیش فرما دی۔

خاتم النبیین کا صحیح مقام

اپنی مدح میں مبالغہ اور دوسروں کے فضل کے اعتراف میں تنگ دلی کا مظاہرہ عام انسانی فطرت میں داخل ہے لیکن پیغمبر اس قسم کی انسانی کمزوریوں سے ارفع ہوتا ہے۔ اور وہ ہر بات کو اتنا ہی بیان کرتا ہے جتنی وہ حقیقت کے مطابق ہو۔ عدل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضورؐ اپنی اور پیشرو انبیاء کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کرجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویه من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه فانا تلک اللبنة وانا خاتم النبیین۔

(رواہ الشیخان عن ابی ہریرہ)

میری اور جو انبیاء مجھ سے پہلے گزرے ہیں ان کی مثال یوں ہے جیسے کسی نے ایک بڑی خوبصورت اور عمدہ عمارت بنائی ہو اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو۔ لوگ اس عمارت کے گرد گھوم گھوم کر حیرت زدہ ہو رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہوں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث میں ایک بڑی حقیقت یہ پوشیدہ ہے کہ تکمیلِ دین میں بھی ارتقائی منازل طے ہوتی رہی ہیں۔ عقلِ انسانی کے ساتھ ساتھ دینی تصورات میں بھی ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔ جب ایک عمارت بنتی ہے تو بنیاد کھودنے سے

سے کر تکمیلِ عمارت تک ہر قدم ارتقائی ہی قدم ہوتا ہے۔ دین کی عمارت میں بھی یہی صورت رہی ہے۔ ہر پیغمبر نے ایک اینٹ رکھ کر اس مقصد کو آگے بڑھایا ہے اور عمارت کو تکمیل سے قریب تر کر دیا۔ لیکن تکمیل خاتم النبیین کے ہاتھوں ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الخ — آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا۔

یہ اسلام ایک دین اور نظامِ زندگی کی حیثیت سے تمام انبیاء کا واحد اور مشترک دین تھا۔ یعنی سب کا دین اسلام ہی تھا اور سب نے اس عمارت کو پروان چڑھانے میں اپنی استطاعت بھر حصہ لیا۔ مگر تکمیل و اختتام اور اس نعمت کا اتمام محمدؐ عربی کے ہاتھوں ہوا اور نبوت کا مقصد پورا ہو گیا اسی لیے نبوّت بھی ختم ہو گئی۔ گویا معمارِ دین تو سبھی پیغمبر ہیں لیکن آخری معمار خاتم النبیین ہیں۔ اس سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ حضورؐ کی مقدارِ خدمت بس اتنی ہی نسبت رکھتی ہے جتنی پوری عمارت میں ایک اینٹ۔ یہ نسبت پوری عمارت کے مقابلے میں رکھ کر نہ دیکھئے۔ الگ الگ اینٹوں کے مقابلے میں رکھ کر دیکھئے جو ایک ایک پیغمبر نے رکھی۔ یہ ساری اینٹیں الگ الگ بھی قابلِ قدر ہیں۔ لیکن سب مل کر بھی عمارت کی تکمیل نہیں کرتیں۔ صرف حضورؐ کی رکھی ہوئی آخری اور کامل اینٹ نے تکمیلِ عمارت کی۔ اس لحاظ سے۔ اظہارِ حقیقت کی جو مثال اس تشبیہ میں دی گئی ہے اس سے بہتر تمثیل نہیں ہو سکتی۔

صدیقؓ و فاروقؓ کی تمثیل

جنگِ بدر میں ستر افراد قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق جب حضورؐ نے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے شاید اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے حضورؐ کو بے وطن کیا اور جھٹلایا ہے اس لیے سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا:

مثلك یا ابا بکر کمثل ابراهیم قال فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم و کمثل عیسیٰ قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم ومثلك یا عمر کمثل نوح قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا وکمثل موسیٰ، قال واشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔

(رواه ابوداؤد عن ابن مسعود)

اے ابوبکر تمہاری مثال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ (ترجمہ) جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے۔ اور جو نافرمانی کرے تو اللہ غفور و رحیم ہے اور عیسیٰؑ نے فرمایا کہ (ترجمہ) اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کی مغفرت فرمائے تو عزیز و حکیم ہے۔ اور اے عمر تمہاری مثال نوحؑ اور موسیٰؑ جیسی ہے۔ نوحؑ نے یہ دعا کی تھی کہ (ترجمہ) ان کافروں میں کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ۔ اور موسیٰؑ نے یہ دعا کی کہ (ترجمہ) ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کر دے تاکہ عذابِ الیم کو دیکھے بغیر ایمان ہی نہ لا سکیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرتوں کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ و عیسیٰؑ اور سیدنا نوحؑ و موسیٰؑ کی سیرتوں سے جو واقف ہو گا وہ

یا قرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کے لیے اس سے بہتر تشبیہ و تمثیل ممکن نہیں۔

صراطِ مستقیم

صراطِ مستقیم اور اس کے ساتھ کئی متعلقہ چیزوں کی تشبیہ حضورؐ نے یوں دی ہے:

ضرب اللہ مثلاً صراطاً مستقیماً وعن جنبتی الصراط سوران فیہما ابواب مفتحۃ وعلی الابواب ستور مرخاۃ وعند راس الصراط داع یقول استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا وفوق ذالک داع یدعو کلما ھم عبد ان یفتح شیئاً من تلک الابواب قال ویحک لا تفتحہ فانک ان فتحتہ تلجہ۔ ثم فسرہ بان الصراط ھو الاسلام وان الابواب المفتحۃ محارم اللہ وان الستور المرخاۃ حدود اللہ والداعی علی راس الصراط ھو القرآن والداعی فوقہ ھو واعظ اللہ فی قلب کل مومن

اللہ تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) صراط مستقیم کا جو تذکرہ فرمایا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک سیدھا راستہ ہو جس کے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ان میں جا بجا دروازے کھلے ہوئے ہوں جن پر پردے آویزاں ہوں اور سرِ راہ ایک نقیب پکار رہا ہو کہ دیکھ بھال کر چلنا ادھر ادھر نہ مڑنا۔ اس کے آگے دوسرا نقیب ہے جس کا کام یہ ہے کہ اگر کسی نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور وہ چلا اٹھا کہ ارے بدنصیب اسے نہ کھولنا ورنہ اندر چلا جائے گا۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ یہ صراط اسلام ہے۔ دروازے خدا کی طرف سے حرام کردہ اشیا۔ پردے حدود اللہ۔ پہلا نقیب قرآن حکیم اور دوسرا مومن کا نفس لوامہ ہے۔

واعظِ بے عمل

اس کے متعلق حضورؐ نے نہایت لطیف مثال دی ہے فرمایا:

مثل الذی یعلم الناس الخیر و ینسی نفسہ کمثل السراج یضیئ الناس ویحرق نفسہ۔

جو شخص دوسروں کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ کی سی ہے جو اوروں کو تو روشنی دے اور اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

نماز اور مغفرتِ گناہ

ارایتم لو ان نہراً بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمس مرات ما تقولون ذالک یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شیئاً قال فذالک مثل الصلوٰۃ الخمس یمحو اللہ بہا الخطایا (رواہ الشیخان و مؤطا و نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے گھر کے سامنے نہر بہ رہی ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ برابر میل رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں رہ سکتا۔ فرمایا یہی مثال نماز پنجگانہ کی ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

یہ تمثیل بہت اعلیٰ ہے۔ مگر یہ صرف ان کے لیے ہے جو حقیقتِ صلوٰۃ سے واقف ہوں۔ نماز ہوتی ہی ہے تطہیرِ قلب و نگاہ کے لیے اخلاق و سیرت کی بلندی کے لیے۔ نفسِ امارہ کے تزکیے کے لیے جو دن رات میں کئی بار خدا کے

سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی وعبدیت کا اقرار کرے اور اس کے تقاضوں کو سمجھے اس کے گناہ دُھل جانے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے تقاضوں کو غلط طریقے سے سمجھا جائے تو پھر یہ ہو گا کہ نمازی دل کھول کر ارتکاب گناہ کرتا جائے گا اور دل میں یہ خیال کرے گا کہ جہاں نمازیں پڑھ لیں گناہ معاف ہوئے۔ یہ زاویۂ نگاہ ایسا ہے جو بجائے پاک کرنے کے اور زیادہ ناپاک کرتا جاتا ہے اور نمازی مستحق رحمت ہونے کی بجائے وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قصور نماز کا نہیں۔ نمازی کی فطرت و استعداد کا ہے۔ کھانا تو توانائی کے لیے کھایا جاتا ہے لیکن اگر معدے کی استعداد ہی صحیح نہ ہو تو وہی کھانا زہر بن جاتا ہے۔ قصور کھانے کا نہیں۔ کھانے والے کی صلاحیت و استعداد کا ہوتا ہے۔

مجمعے کو چیرنا

مجلس کے آداب یہ ہیں کہ جو پہلے آئے وہ آگے بیٹھے اور جو پیچھے آئے وہ پیچھے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے یہی صورت جمعے میں بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ آئیں گے تو سب کے بعد لیکن بیٹھنے کی کوشش کریں گے سب سے اگلی صف میں۔ اس کا مقصد ہوتا ہے اپنے آپ کو ممتاز و نمایاں رکھنا یا یہ فقہی خیال کہ آگے ہونے سے ثواب زیادہ ملے گا۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ ایسے لوگ مجمعے کو چیر کر لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے اور ہٹاتے ہوئے مجمعے کے سروں پر سے گذر جاتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ ان کی اس حرکت سے کسی کو کیا تکلیف ہو گی۔ حضورؐ کو آداب مجلس کے علاوہ یہ بھی انتہائی خیال رہتا تھا کہ کسی سے دوسرے کو کوئی اذیت نہ پہنچے اس لیے فرمایا:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسراً الی جھنم۔ (رواہ الترمذی عن معاذ بن انس الجہنی)

جو شخص جمعے میں حاضرین کو پھاندتا ہوا آگے جاتا ہے وہ اپنے لیے جہنم کا پُل بناتا ہے۔

فی الواقع لوگوں کے سروں اور گردنوں کو اپنا راستہ بنانے کے لیے اس سے بہتر تہدیدی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ایک پل سے گذر رہا ہے جو سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔

جان و مال کا احترام

بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں جو عام حالات میں موثر نہیں ہوتے لیکن ایک خاص موقعے پر ان کی تاثیر بے پناہ ہو جاتی ہے۔ بلاغت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بات ٹھیک موقعے محل پر کہی جائے۔ مثلاً ایک مومن کی جان و مال کے متعلق سب جانتے ہیں کہ یہ حرام اور قابل احترام ہے۔ اس بات کو آپ جس موقعے پر بھی کہیں صحیح ہو گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ موثر بھی ہو۔ لیکن دیکھئے حضورؐ اس بات کو کس زمان و مکان کا لحاظ کرتے ہوئے کتنے ٹھیک موقعے پر فرماتے ہیں۔ لاکھ سوا لاکھ پروانے ہائے شمع رسالت حضورؐ کے ساتھ حج کرتے ہیں۔ ایسا حج جو حکم فرضیت کے بعد پہلا حج اور آخری حج ہے جو حضورؐ کے ساتھ ادا کرنے کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔ زمانہ حج کا ہے جسے

شہر حرام کہتے ہیں۔ جگہ وہ پاک سرزمین ہے جسے مسجد حرام کہتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا احترام اس حد تک ہے کہ ایک جانور مارنا، اور ایک پتّا توڑنا بھی حرام ہے اور یہ ایسی رسم کہن ہے جو قدیم الایام سے دلوں میں راسخ بھی ہے اور اسلام بھی اسے باقی رکھتا ہے۔ ایسے موقعے پر حضورؐ ایک بلیغ خطبہ دیتے ہیں جس کا ایک ایک لفظ دلوں میں گھر کئے لیتا ہے اشاروں میں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس کے بعد آئندہ میری تمہاری یکجائی اس جگہ نہ ہوگی۔ اور سمجھنے والے اسے رخصتی پیغام سمجھ کر رونے بھی لگتے ہیں۔ تکمیلِ دین کی آیت بھی نازل ہو جاتی ہے۔ کتنا روح پرور، کس درجے موثر اور کس قدر دل گداز منظر ہے۔ ٹھیک اس موقعے پر حضورؐ لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کون سا مقام ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ حضورؐ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ مسجد حرام اور ماہِ حرام نہیں؟ سب اثبات میں جواب دیتے ہیں اور دل ان دونوں زمان و مکان کی حرمت کے جذبات سے بھر پور ہو جاتے ہیں۔ لوہا گرم ہو گیا اور حکیم الامت صلعم نے اس بلیغ بر محل موقعے پر ایک چوٹ لگائی اور یوں گویا ہوئے:

ان دماءکم واموالکم حرامٌ علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا - فی بلدکم هذا - (رواہ مسلم، ابو داود عن جعفر بن محمد بن علی)

اچھا تو سن لو کہ تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام اور واجب الاحترام ہیں جس طرح آج کا دن۔ اس مہینے میں اور اس شہر مکہ میں حرام اور واجب الاحترام ہیں۔

اس تشبیہ کو دیکھئے اور موقع و محل کو دیکھئے۔ اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ دنیا میں اس سے بہتر کوئی اور تشبیہ بھی ممکن ہے؟

اقامتِ حدود اللہ

کسی تعزیر یا حدود یا سزا کا تصور سلیم طبائع کے لیے خوشگوار نہیں ہوتا۔ سزا بہرحال ایک سخت دلی کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے تو دنیا سے امن و امان اُٹھ جائے کیونکہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ اگر سزا کا خوف نہ ہو تو وہ ہر بدی کے ارتکاب پر جری ہو جائیں۔ یہ صرف تصورِ سزا ہے جو بے شمار انسانوں کو فساد فی الارض سے روکے ہوئے ہے۔ اس کے لیے حضورؐ نے جو مثال دی ہے وہ یہ ہے:

مثل القائم فی حدود الله والواقع فیها کمثل قوم استهموا علیٰ سفینة فاصاب بعضهم اعلاها و بعضهم اسفلها اذا استقوا من الماء مروا علیٰ من فوقهم فقالوا لو انا خرقنا فی نصیبنا ولم نؤذ من فوقنا فان ترکوهم وما

حدود اللہ کو جو نافذ کرتا ہے اور جن پر وہ نافذ ہوتی ہیں ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ ایک کشتی میں اپنی اپنی جگہیں تقسیم کر کے بیٹھ گئے ہوں۔ بعض اوپر کی منزل میں ہوں اور بعض نیچے کی منزل میں۔ پھر نیچے والوں کو پانی کی ضرورت محسوس ہو اور اوپر والوں سے جا کر کہیں کہ ہم اپنے والے حصے میں پانی لینے کے لیے ایک سوراخ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو ہم کوئی

اماد ولوا هلکوا جمیعا وان اخذوا علی ایدیهم نجوا جمیعًا (رواه البخاری الترمذی عن نعمان بن بشیر)

تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ایسی حالت میں اگر اوپر والے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے آزادی دے دیں تو نتیجے میں سبکے سب ہلاک ہوں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی اور یہ بھی سب بچ جائیں گے۔

تلاوت قرآن اور اثرِ صحبت

تلاوت کرنے والوں کی قسموں کو یوں سمجھئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کوئی کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں مومن متقی بھی ہو سکتے ہیں اور مومن فاسق بھی۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے حضورؐ نے الگ الگ تشبیہیں دی ہیں۔ گویا چار تمثیلیں ہیں۔ ایک مومن قاری کی۔ دوسری غیر مومن قاری کی۔ تیسری فاسق قاری کی اور چوتھی فاسق غیر قاری کی۔

اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے نیک و بد کی صحبت کے اثر کی بھی تمثیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد ہوا:

مثل المومن من الذی یقرأ القراٰن مثل الاترجہ ریحها طیب وطعمها طیب ومثل المومن الذی لا یقرأ القراٰن کمثل التمرۃ طعمها طیب ولا ریح لها ومثل الفاجر الذی یقرأ القراٰن کمثل الریحانۃ ریحها طیب وطعمها مرٌّ ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القراٰن کمثل الحنظلۃ طعمها مُرٌّ ولا ریح لها ومثل الجلیس الصالح کمثل صاحب المسك ان لم یصبك منه شیٔ اصابك من ریحه و مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیران لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه (رواه ابوداؤد عن انس)

جو مومن قرآن حکیم پڑھتا ہو اس کی مثال اترج (لیموں یا نارنگی) جیسی ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی۔ جو مومن تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو وہ گویا چھوہارا ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن خوشبو کوئی نہیں۔ لیکن وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو ایسا ہے جیسا ریحانہ (خوشبودار پودا) جس کی مہک اچھی اور مزہ کڑوا اور جو فاجر تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) جیسی ہے جس کا مزہ کڑوا اور بو کوئی نہیں۔ اور صالح کا ہم نشین جیسے مشک پاس رکھنے والا۔ یعنی اگر مشک میسر نہ آئے تو لپٹ تو آ ہی جائے گی۔ اور بری صحبت میں رہنے والا ایسا ہے جیسے بھٹی والا کہ اگر سیاہی سے بچ بھی گیا تو دھواں تو لگ ہی جائے گا۔

حبِ جاہ و مال

دنیا میں کون انسان ہے جسے عزت اور دولت مرغوب و محبوب نہ ہو۔ یہ چیزیں صرف مرغوب ہی نہیں بلکہ انسان ہر روز ان میں اضافہ چاہتا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں یہ ہوس جا کر رک جائے۔ جب یہ محبت روح میں پیوست ہو جاتی ہے تو زندگی کا نصب العین بن جاتی ہے اور پھر ہر فتنہ و فساد اسی سے پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان سیاست و مذہب کے نئے نئے روپ دھارتا ہے اور ہر راستے سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہوس زر ہو یا ہوس اقتدار دونوں انسانیت کے لیے زہر ہیں۔ اس لیے حضورؐ نے

اس کی تمثیل یوں دی ہے:

ما ذئبان ضاریان فی حظیرۃ یاکلان ویفسدان باضر فیھا من حب الشرف وحب المال فی دین المرء المسلم

(رواہ بزار عن ابن عمر)

دو خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا مضر نہیں جتنی مضر ایک مسلمان کے دین کے لیے حب جاہ و مال ہے

اسلام اور رواداری

مصنفہ رئیس احمد جعفری

قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا حسن سلوک روا رکھا ہے اور انسانیت کے بنیادی حقوق ان کے لیے کس طرح اعتقاداً اور عملاً محفوظ کئے ہیں۔ حصہ اول صفحات ۳۲۴ قیمت ۴/۷۔ حصہ دوم صفحات ۴۷۴ قیمت ۸/۷ روپے۔

سکھ مسلم تاریخ

مصنفہ ابو الامان امرتسری

سکھ تاریخ میں مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو سراپا غلط اور بے بنیاد الزام لگا کر بدنام کیا گیا ہے اور بعض مورخین نے تہذیب اور اخلاق کی تمام ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر مسلمانوں کی تحقیر کی ہے۔ چونکہ وہ تاریخ ایک ایسی زبان میں تھی جس سے مسلمان عام طور پر آشنا نہ تھے اس لیے وہ اس تاریخ کا صحیح رنگ میں جائزہ نہ لے سکے اور نہ ہی اس کا ازالہ کر سکے اور اسی وجہ سے یہ زہر اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔

ابو الامان امرتسری نے ان الزاموں کو سکھ تاریخ اور حقائق کی روشنی میں بے بنیاد ثابت کر کے واضح کیا ہے کہ یہ بہت عرصہ بعد مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے وضع کئے گئے ہیں۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور